توصیف تبسّم کی ادبی جہات: تحقیقی مطالعہ

فضل کبیر پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ اُردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور
پروفیسر ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

ABSTRACT:

Tausif Tabassum ,though mostly popular as a poet, a critic a researcher, is also a compiler ,a reviewer, an essayist and a writer of non fiction. As for the themes , there is hardly any aspect of life he has left untouched. Moreover, while most of the writers tend to associate themselves with a particular group in order to gain prominence, he is one of those few pure writers who are known for the merit of their literary skill. Taking the said considerations into account, this research article takes a bird's eye view of the various literary facets of Tausif Tabassum's works.

Key words: Tausif tabassum, modernism, tradition, research, poetry, compilation.

طریقہ کار:

مقالے کا موضوع "توصیف تبسم کی ادبی جہات: تحقیقی مطالعہ" ہے۔ مقالہ کے پس منظر میں تاریخی تناظر میں اردو کے اُن شعرا کی تخلیقات تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو کسی بڑے گروہ یا تحریک سے وابستہ نہیں تھے، اس لیے اُن کی تخلیقات کو وہ پذیرائی نہیں ملی جس کا وہ حقدار تھے۔ مقالے میں ایسے ہی ایک شاعر "توصیف تبسم" کا تعارف پیش کیا گیا ہے جو کسی تحریک یا جماعت سے باقاعدہ طور پر منسلک نہیں رہے۔ اُن کی تخلیقات کی فہرست مع تحقیقی جائزہ پیش کی گئی ہے تاکہ ادب کے قاری اُن سے متعارف ہو سکے اور محققین کو نئے موضوعات تک رسائی میں آسانی ہو۔

ادب کی تخلیق اگرچہ بنفسہ جمالیاتی سرگرمی ہے۔ لیکن ہر عہد میں رونما ہونے والی سماجی تبدیلیوں، تہذیبی تغیرات اور سیاسی انقلابات کے زیر اثر ادیبوں کا ردّ عمل مختلف رہا ہے۔ ایک طرف اگرچہ کچھ ادیب ادب برائے زندگی کے نظریے کے تحت معاشرے کے بگڑے ہوئے خد و خال کو سنوارنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، تو دوسری طرف کچھ نیا کرنے اور ادب کا دامن وسیع کرنے کی کوشش میں انسان کے اندرون کو اپنا موضوع بناتے ہوئے انسانی نفسیات کے متعلق مختلف نظریات پیش کرتے ہیں۔ یہ نظریات اکثر اوقات اتنی زیادہ پذیرائی پا لیتے ہیں، کہ ادیبوں کا

ایک گروہ ان نظریات کی ترویج میں لگ جاتا ہے۔اگرچہ ایسی صورت حال اُردو ادب میں شروع سے ہی موجود رہی ہے، مگر اس میں شدّت بیسویں صدی کی تیسری دہائی کے بعد پیدا ہوئی۔ چناں چہ قیام پاکستان سے قبل اور اس کے بعد اس کے نتیجے میں وہ شاعر اور ادیب بھی اہم قرار پائے، جو تھے تو انفرادی لحاظ سے اوسط درجے کے حامل، مگر ایک خاص نظریاتی گروہ سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ان کے نام تادیر شعر و ادب کے افق پر جھلملاتے رہے۔چوں کہ ان کے اندر خود اتنی توانائی موجود نہیں تھی،اس لیے وہ اپنی مقبولیت اور شہرت برقرار رکھنے میں ناکام رہے۔ادبی منظر نامے پر جھلمل کرتے یہ ستارے جلد ہی پس منظر میں چلے گئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد لکھنے والے شعراء کو ڈاکٹر طارق ہاشمی نے مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے اُن کے رجحانات اور میلانات پر بحث کرتے ہوئے توصیف تبسّم کا ذکر تیسرے گروہ میں کیا ہے۔اس گروہ کے شعرا کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

> ''تیسری صف میں ایسے شعراء ہیں جنھوں نے اگرچہ کوئی تجربہ تو نہیں کیا لیکن ان کی غزل محض روایت کی تکرار بھی محسوس نہیں ہوتی۔ان شعراء کے ہاں روایت کی پاسداری کے باوجود بعض اشعار میں ایک زبردست تازگی کا احساس ہوتا ہے۔''

برصغیر کی تقسیم کے بعد شاعروں اور ادیبوں کی جو نسل سامنے آئی،ان کو تو کچھ ذاتی مسائل درپیش تھے،اور کچھ اس زمانے کے مخصوص معاشرتی ماحول کی وجہ سے ان کو فرصت ہی نہیں تھی، کہ وہ باقاعدہ طور کسی گروہ یا جماعت کا حصہ بن کر اپنی صلاحیتوں کا لوہا دوسروں سے منوا سکیں۔اس نسل میں شامل لکھنے والوں کی اعلیٰ تخلیقی صلاحیتیں زیادہ تر اہلِ نقد کی نظروں سے اوجھل رہی۔اس راستے کا ایک مسافر توصیف تبسم بھی ہے۔

توصیف تبسم اُتر پردیش(بھارت) کے شہر سہسوان میں ۱۳ اگست ۱۹۲۸ کو محمد اللطیف کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے سکول سے حاصل کی کچھ عرصہ بعد یہ خاندان وہاں سے دہلی منتقل ہو گیا،وہاں توصیف کو دہلی کے ایک نجی سکول میں چوتھی جماعت میں داخل کرایا گیا۔چھٹی اور ساتویں جماعت کا امتحان فتح پور مسلم ہائی سکول سے پاس کیا۔یہ دوسری جنگ عظیم کا زمانہ تھا جس کی آگ کے شعلے پایہ تخت دہلی تک پہنچنے والے تھے لہٰذا اسی خوف سے اُن کی ماں اُنھیں واپس سہسوان لے کر آئی۔سہسوان کے مڈل سکول میں اُن کو داخل کروایا۔پنالال اینگلو ورناکیولر مڈل سکول سے آٹھویں کا امتحان پاس کیا۔اس کے بعد دوبارہ دہلی منتقل ہو گئے کیوں کہ اُس وقت جنگ عظیم

کے شعلے کچھ ماند پڑ گئے تھے۔ مسلم ہائی سکول فتح پور میں آپ کو نویں جماعت میں داخل کروایا گیا۔ نویں جماعت میں پڑھنے کے دوران توصیف تبسم شدید بیمار ہوئے۔ کچھ عرصہ تک دہلی میں والد کے ساتھ رہے لیکن والد ملازمت کرنے کی وجہ سے تیمارداری صحیح طریقے سے نہیں کر سکتے تھے اس لیے انہیں سہسوان بھیج دیا گیا۔ طویل علالت کے سبب اُن کا ایک تعلیمی سال ضائع ہو گیا۔ تاہم اُن کے تعلیم سے شغف اور محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ وہاں پر ایک اسکول میں پرائیوٹ کلاسیں شروع ہوئیں جس میں توصیف تبسمؔ نے داخلہ لیا اور یوں پرائیوٹ میٹرک کر گئے۔ جنوری ۱۹۴۵ میں والد کا انتقال ہو گیا اور بڑے بیٹے کی حیثیت سے گھر کی ذمہ داریاں اُن کے سر آ گئیں اس کے بعد زیادہ تر تعلیم پرائیوٹ ہی حاصل کی۔ والد کے انتقال کے بعد مالی پریشانیوں نے آ گھیرا۔ رہی سہی کسر فرقہ وارانہ فسادات نے پوری کی۔ ۴۷ء میں پاکستان آ گئے اور یہاں پر نئے سرے سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ادبی اور مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی تھی، لفظ کی حرمت اور تقدس کا درس گھر میں ملا تھا، سکول کے زمانے سے شعر کہنا شروع کیا، ادبی محافل اور مشاعروں میں شرکت کرتے رہے لیکن کسی تحریک، جماعت یا گروہ کے ساتھ وابستگی نہ صرف غیر ضروری سمجھا بلکہ مصروفیت اور معاشی حالات نے بھی موقع نہ دیا۔ توصیف تبسم کا ادبی گروہ بندیوں کا سہارا نہ لینے پر بات کرتے ہوئے طاہر پراوزی لکھتے ہیں:

> ''توصیف تبسّم خالص اور سچا شاعر ہے اس کا تعلق شاعروں کی اس جماعت سے ہے
> جو مخصوص ادبی گروہ بندیوں سے الگ تھلگ تخلیقِ فن میں مصروف رہتے ہیں۔
> مصنوعی سہاروں کے بغیر خود کو زندہ رکھنا بڑے حوصلے اور ہمّت کی بات ہے۔''

توصیف تبسم کی ادبی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ مختلف اوقات میں مختلف رسائل و جرائد سے وابستہ رہتے ہوئے انھوں نے نہ صرف تحقیق و تدوین کے حوالے سے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں، بلکہ اس کے علاوہ ادارت و صحافت میں بھی اپنی صلاحیتوں کی دھاک بٹھا دی۔ علاوہ ازیں انھوں نے ریڈیو کے لیے بے شمار مضامین لکھے جو کشمیر ریڈیو سے نشر بھی ہوئے اور ملک کے موقر ادبی رسائل میں شائع بھی ہوتے رہے۔ اگرچہ توصیف تبسّم کثیر الجہت ادبی شخصیت ہیں، لیکن اُن کی اصل شناخت بحیثیت شاعر و ادیب ہی ہے۔ ان کی اُردو شاعری اور دیگر اصناف میں تخلیقی سرگرمیاں ان کی ادبی جہات کا رخ متعین کرتی ہیں۔ نصف صدی سے زائد زمانی مدّت پر محیط ان کا یہ ادبی سفر عہد بہ عہد رونماں ہونے والے سیاسی و معاشرتی حالات و واقعات کا تخلیقی اظہار اور بدلتے عصر کی نیرنگیوں کے مناظر کا عکاس ہے۔ خورشید رضوی اپنے مضمون میں توصیف تبسم کے متعلق لکھتے ہیں:

''توصیف صاحب اب ہمارے سینئر شعراء میں سے ہیں، مگر ان کا امتیاز صرف تقدّمِ سن و سال ہی پر منحصر نہیں، وہ معیارِ فن کے اعتبار سے بھی نہایت اعلیٰ درجے کے شاعر ہیں۔''

توصیف تبسّم کا شمار قیام پاکستان کے آس پاس کے عرصے میں تخلیقی سفر کی شروعات کرنے والے شعراءاور ادباء میں ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے، کہ تخلیقی سفر جب کچھ زیادہ طویل ہو جاتا ہے تو اکثر شعراء اپنے آپ کو دہرانے لگتے ہیں اور اُن کے کلام سے فکری تازگی رخصت ہو جاتی ہے، لیکن توصیف تبسّم کا شمار اُن خوش قسمت اور جواں فکر شعراء میں ہوتا ہے؛ جن کے کلام میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید تازگی، نکھار اور پختگی آجاتی رہی۔ غزل ہو، نظم ہو کہ بچوں کے لیے شاعری، تحقیق و تنقید کے کٹھن راستے ہوں یا بچّوں کے لیے سبق آموز کہانیوں کی تخلیق، ان کا قلم ہر میدان میں رواں دواں رہتا ہے۔

ذیل میں توصیف تبسّم کے ادبی خدمات کا اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اُن کی ادبی جہات میں بوقلمونی اور تنوّع سے واقفیت حاصل ہو جائے:

☆ <u>ریڈیو کشمیر کے لیے تحریر کیے گئے تقاریر/مضامین</u>

۱۔ محمد حسین آزاد کی نظم نگاری
۲۔ محمد حسین آزاد بحیثیت انشاپرداز
۳۔ پاکستان میں اُردو نعت
۴۔ آغا حشر اور ان کا فن
۵۔ اُردو غزل کا سفر — عہد بہ عہد
۶۔ قیوم نظر - ایک تاثر
۷۔ لسان العصر —— اکبر اللہ آبادی
۸۔ قومی یک جہتی اور اردو ادب
۹۔ اُردو شاعری کا ایک استعارہ ''آئینہ''
۱۰۔ غالبؔ کی جدّت طرازی
۱۱۔ حالیؔ: مدح خوانِ رسول ﷺ
۱۲۔ حالیؔ: ایک منفرد شاعر
۱۳۔ معاصر اُردو ادب کا منظر نامہ
۱۴۔ جدید اُردو مرثیہ
۱۵۔ اُردو ادب پر سانحۂ کربلا کے اثرات
۱۶۔ مزاحیہ شاعری — تازہ ہوا کا جھونکا
۱۷۔ اُردو افسانہ: ایک جائزہ
۱۸۔ تحریک آزادی اور اُردو شعراء
۱۹۔ اُردو نثر پر مغرب کے اثرات
۲۰۔ سر سیّد کی مذہبی خدمات
۲۱۔ تنقیدِ غالب کے سو سال
۲۲۔ کھوئے ہوؤں کی جستجو —— تحقیق و تبصرہ

☆ <u>تعارف، انتخاب اور تالیف:</u>

انتخاب وتدوین انسانی ذوق کے اعلیٰ ترین ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ توصیف تبسّم نے انتخابِ کلام اور تدوین و تالیف میں اعلیٰ ذوق اور بہترین مدوّن کی حیثیت سے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اس کے علاوہ نوآموز شعراء کے مجموعہ ہائے کلام کے تعارف بھی استادانہ شفقت سے تحریر کیے ہیں۔ ان خدمات کی تفصیل ملاحظہ ہو:

۱۔ چینی نژاد اردو شاعر انتخاب عالم کا شعری مجموعہ ''گلبانگ وفا''	اکادمی ادبیات، اسلام آباد
۲۔ سال کی بہترین شاعری کا انتخاب (۲۰۰۴ء)	اکادمی ادبیات، اسلام آباد
۳۔ ''ویرانے میں خوشبو'' شعری مجموعہ ''خاور لدھیانوی	بزمِ اکبر اسلام آباد
۴۔ ''خوابشار'' شعری مجموعہ ''ظفر خان نیازی''	دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد
۵۔ ''دریا'' کلیاتِ عرفان صدیقی	ابلاغ ناشرین، اسلام آباد
۶۔ ''شام'' شعری مجموعہ (فیصل عجمی)	مکتبہ اساطیر، لاہور
۷۔ ''تضمینات'' پیر نصیر الدین نصیر	گولڑہ شریف، ۲۰۰۵ء
۸۔ ''بیاض'' (انتخابِ اشعار)	نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
۹۔ دیوانِ غالب مع انتخاب	نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
۱۰۔ ''لوبان'' شعری مجموعہ (افضال فردوس)	ماوراء، لاہور
۱۱۔ بابِ فضیلت (حمد، نعت، سلام، منقبت) خرم خلیق	
۱۲۔ ''خواب لے لو خواب'' (انتخابِ شاعری ــــ ن م راشد)	نیشنل بک فاؤنڈیشن
۱۳۔ ''اداس شاعر'' انتخابِ کلام، ناصر کاظمی	
۱۴۔ ''بدلتی رُتوں کی حیرت'' مجموعہ کلام (طارق بٹ)	ماوراء، لاہور
۱۵۔ ''طوافِ ذات'' شعری مجموعہ (گستاخ بخاری)	مثال پبلیشرز، فیصل آباد
۱۶۔ ''سفر میری محبت کا'' شعری مجموعہ (کوثر ثمرین)	دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد
۱۷۔ آسمان تہہ آب، منتخب کلیات، توصیف تبسم	فضلی بک، کراچی

ان خدمات کے علاوہ توصیف تبسّم کی اصل شناخت شاعر کی حیثیت سے ہے۔ ان کی شاعری اپنے سماج کو آئینہ دکھاتی ہے اور اپنے عہد سے مکالمہ کرتی ہے۔ توصیف تبسم کی شاعری کے آغاز کا زمانہ ترقی پسند ادب کا زمانہ تھا۔ دنیا پہلی جنگ عظیم کے بھڑکتے شعلوں کی لپیٹ سے عارضی طور پر نکل چکی تھی۔ دوسری طرف ۱۹۱۷ میں روسی انقلاب نے ہندوستان کو یہ باور کرایا کہ آزادی اور اپنے حق کے حصول کے لیے ضروری نہیں کہ آپ کے پاس زیادہ

دولت یا عسکری طاقت ہو بلکہ بلند حوصلگی سے بھی آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔ اُس دور کی غزل کے تنقیدی مطالعے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اُس وقت کی غزل میں مایوسی، تنہائی اور بے اعتنائی کے مضامین زیادہ ہیں۔ گو کہ توصیف تبسم کی غزل کی پہچان کا دور ترقی پسندی کا دور تھا، ترقی پسند تحریک سے وابستہ شعرا کے ساتھ اُن کی وابستگی اور مراسم بھی تھے لیکن ترقی پسندوں کی طرح جذباتیت اور نعرہ بازی اُن کے یہاں بالکل نہیں یہی وجہ تھی کہ اُنھوں نے ترقی پسند تحریک سے وابستگی ضروری نہیں سمجھی۔ اُن کی غزل کا بنیادی موضوع غم رہا ہے۔ غم کی کئی صورتیں اُن کے شعور و لاشعور میں پیوست ہیں مثلاً ذات کا غم، کائنات کا غم، محبوب کا غم، ملک کا غم وغیرہ وغیرہ، غم کی تقریباً تمام تر صورتیں اُن کی غزل میں نمایاں ہیں۔ غم کا یہ سلسلہ اُن کے یہاں ذاتی محرومی سے شروع ہو کر مسلسل ان کے کلام کی آرائش کرتی آرہی۔ زندگی کے مسائل، بچپن میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ جانا، مسلسل بے روزگاری اور تلاش رزق، اوپر سے ہجرت کی خون آشامیاں پھر نئے سرے سے روزگار کا غم، لوگوں کی بے حسی ناگفتہ بہ حالات، یوں اُن کی شخصیت غم ہی سے تخلیق ہوتی رہی اور زندگی غم ہی سے عبارت رہی، جس کا اظہار شعر کی صورت میں کرتے رہے:

غم سے فصیل جسم تو مسمار ہو چلی
دیوار ایک اور بھی اندر اٹھایئے (۴)
مژگاں خون چکاں سے مت لکھیے
دل میں جو درد کی حکایت ہے (۵)

توصیف تبسم کی غزل کا بنیادی حوالہ ہجرت اور ہجرت کے دیے غم ہیں۔ چوں کہ انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک مشترکہ گھر کو اُجڑتے ہوئے دیکھا۔ اگر یوں کہا جائے کہ انھوں نے دو بھائیوں کو ایک گھر میں پیار و محبت سے رہتے ہوئے بھی دیکھا اور اُن کو ایک دوسرے کا خون کرتے ہوئے بھی دیکھا تو بے جا نہ ہوگا۔ کئی جانیں اُن کے سامنے خاک میں مل گئیں۔ پھر وہ زمین چھوڑ دینے پر مجبور ہوا جہاں سے اُن کی بچپن کی یادیں وابستہ تھیں، جہاں کی مٹی میں اُن کے اپنے دفن تھے۔ جہاں کی گلی کوچوں میں اُنھوں نے چلنا سیکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے ہاں بھی اُداسیوں کے شاعر ناصر کاظمی کی طرح یاد اور ماضی کے استعارے شدت کے ساتھ ظہور پاتے ہیں جن کی کسک اُن کے لاشعور کو غم زدہ ہونے پر مجبور کرتی ہے:

بس اتنا یاد ہے جس دم سفینہ ڈوبا تھا
قریب و دور کے منظر اداس تھے سارے (۶)
اتنے تنہا تو نہ تھے روشنیوں میں دن کی

سارا غم دل میں سمٹ آیا، اندھیرا جو ہوا
ہائے کیا چیز ہے مٹی کی محبت توصیف
لوگ روئے تھے بہت شہر اکیلا جو ہوا(۷)

توصیف تبسم کی غزل اردو شاعری میں ایک نئی اور منفرد آواز کی حیثیت سے اپنے آپ کو منوا چکی ہے۔اُن کی غزل جدید لے سے ہم آہنگ اور پرانی قدروں سے مرتسم نظر آتی ہے۔جس طرح زندگی کے بارے اُن کا تجربہ زیادہ اور مشاہدہ گہرا ہے اُتنی اُن کی غزل میں موضوعاتی اعتبار سے بلندی اور پختگی دکھائی دیتی ہے۔اگر زندگی تلخ تھی تو شعری موضوعات بھی تلخ تخلیق ہوئیں اور اگر زندگی میں مٹھاس بھرے لمحات آئے تو غزل کے لہجے میں بھی شیرنی در آئی۔ اپنی ڈکشن کی وجہ سے دوسرے شعرا سے الگ شناخت کے حامل رہے۔شاعری میں وہ زودنویس و پُرگو نہیں رہے لیکن کلاسیکی پیمانوں کالحاظ رکھ اپنی معیاری تخلیق سے خود کو منوایا۔اپنی حساسیت سے داخل و خارج کو باہم آمیز کر کے جدید فرد کی نفسیات کی عکاسی کی۔اپنی طویل زندگی کے تجربات و مشاہدات کو شعر کے سانچے میں ڈال کر قاری کو نئے انداز سے مستفید ہونے کا ڈھنگ سکھایا۔ڈاکٹر شیر علی لکھتے ہیں:

> ’’توصیف تبسم ایک حساس شاعر ہیں۔ان کے تہذیبی حافظے پر زخم بہت گہرے ہیں۔ تقسیم ہند ،ہجرت، سقو ڈھاکہ ، پاکستانی سیاست کے اتار و چڑھاو،اپنے ہم عصروں کے بچھڑ جانے کا غم،مشاعروں کی وہ روایت جو اب ڈرائینگ روم میں کہیں چھپ گئی ہے۔اس کے باوجود ان کی غزل مایوسی یا قنوطیت کا شکار نہیں ہوئی بلکہ نشاط،امید اور زبان کی شائستگی، بیان کا لطف اور مضمون کی رنگینی برقرار رکھے ہوئے ہیں۔‘‘(۸)

توصیف تبسم بنیادی ور پر غزل کے شاعر ہیں اور انھوں نے نظمیں اتنی زیادہ نہیں لکھیں۔اُن کی کلیات ’’آسمان تہ آب‘‘ میں ’’لاکھ پیرائی" کے عنوان سے ۳۶ نظمیں موجود ہیں۔ساخت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو انھوں نے نظم کی تمام معروف ہیئتوں میں طبع آزمائی کی ہے۔تاہم آزاد نظمیں نسبتاً زیادہ روانی کے ساتھ لکھی ہیں۔ فکری و موضوعاتی سطح پر غزل کی طرح اُن کی نظم بھی متنوع جہات کی حامل ہے۔عام ور پر نظم کا مضمون وضاحت اور تسلسل پر مبنی ہوتا ہے لیکن جدید نظم غزل کی طرح ایمایت پر مبنی ہے جس میں خیال کی پرتیں کھولنے کا عمل قاری کے ذمے ہوتا ہے۔توصیف تبسم کی نظم بھی اُن کی غزل کی طرح رمزیہ اسلوب میں ہے۔اپنے عہد کا تمام زندہ مسائل اُن

کی نظموں کے موضوعات رہے ہیں اس لیے اُن کی نظم میں یکسانیت کی بجائے تنوع موجود ہے۔ اُن کی غزل ہو یا نظم، روایت سے بھرپور رشتہ رکھنے کے باوجود جدّت اور جدیدیت کا دامن تھامے ہوئی ہیں۔ توصیف تبسّم کے شعری میلان پر بات کرتے ہوئے ضمیر بدایونی لکھتے ہیں:

''توصیف تبسّم کا المیہ یہ ہے کہ پرانے لوگ اسے نیا اور نئے لوگ اسے پرانا کہتے ہیں۔ توصیف کی شاعری کی اس صورتِ حال کو بظاہر شناخت کے بحران کا نام دیا جا سکتا ہے، لیکن بغور دیکھا جائے تو یہی کشمکش توصیف کی حقیقی شناخت کا اوّلین سرچشمہ ہے۔ وہ جدیدیت میں روایت کا نمائندہ اور روایت میں جدیدیت کے سفیر ہے۔''(۹)

ڈاکٹر شیر علی لکھتے ہیں:

> ''توصیف تبسم جدیدیت میں روایت کا نمائندہ اور روایت میں جدیدت کا سفیر ہے۔ یہ دراصل دل و دماغ کا تصادم ہے۔ توصیف کا دل روایت میں لگتا ہے اور دماغ اپنے سفر کے لیے جدیدیت کے پُر پیچ راستوں کا انتخاب کرتا ہے۔''(۱۰)

بحیثیت شاعر، محقق اور مصنف اُن کی مطبوعات کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ کوئی اور ستارہ (شعری مجموعہ)۱۹۹۵ء ، ابلاغ، اسلام آباد

۲۔ کہاوت کہانی (بچوں کے لیے)، ۲۰۰۱ء نیشنل بک فاؤنڈیشن

۳۔ آؤ کھیلیں، آؤ گائیں (بچّوں کے لیے)، ۲۰۰۸ء نیشنل بک فاؤنڈیشن

۴۔ بند گلی میں شام (یادداشتیں)، ۲۰۱۰ء عکاس پبلی کیشنز، اسلام آباد

۵۔ سلسبیل (حمد، نعت، سلام، منقبت)، ۲۰۱۱ء عکاس پبلی کیشنز، اسلام آباد

۶۔ گھر کی خوشبو (منتخب شاعری، دیوناگری رسم الخط میں)، ۲۰۰۶ء، دہلی، بھارت

۷۔ ہتھیلی پر لکھی نظمیں، منتخب نظموں کا انگریزی ترجمہ مع اُردو متن؛ (Poems Written on the palm)

۲۰۱۵ء، عکاس پبلی کیشنز اسلام آباد

۸۔ مجاہد شاعر: منیر شکوہ آبادی، ۲۰۰۹ء مجلسِ ترقی ادب، لاہور

۹۔ ''خوشبوئے زعفران'' (فارسی، اُردو اور کشمیری زبانوں کے کشمیر نژاد، شاعروں کا تذکرہ، 13۲۰ء

۱۰۔ خاکہ نگاری اور اقرار حسین شیخ دی بکس لائیبریری ڈیولپر، اسلام آباد، 2017ء

۱۱۔ مثنوی حجابِ زنان، مجلس ترقی ادب لاہور، ۲۰۱۹ء

توصیف تبسمؔ کی ادبی شخصیت کا ایک اہم پہلو تحقیق ہے۔ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ بڑا تخلیق کار اچھا محقق نہیں بن سکتا اس طرح بگڑا ہوا شاعر ناقد بن جاتا ہے یعنی اچھے شاعر و تخلیق کار کے بہترین محقق یا ناقد کا بننا مشکل ہے۔ اس معاملے میں توصیف تبسم خوش قسمت ثابت ہوئے کہ بہترین شاعر کے ساتھ ساتھ ایک بہترین محقق اور ناقد کی حیثیت سے بھی اپنی پہچان بنانے میں کامیاب ہوئے۔ تحقیق نہایت کٹھن اور مشکل عمل ہوتا ہے۔ سچ بولنا، سچ کا ساتھ دینا یا سچ تک رسائی حاصل کرنا ہمارے معاشرے میں سب سے مشکل عمل ہے تاہم توصیف تبسم اس پُل صراط کو ثابت قدمی سے عبور کرنے میں کامیاب رہے۔

توصیف تبسم نے بے شمار تحقیقی مضامین لکھے ہیں لیکن سب سے بڑا تحقیقی کام اُن کا پی ایچ۔ ڈی مقالہ ہے جو انھوں نے ''۱۸۵۷ کا مجاہد شاعر میر محمد اسماعیل حسین، منیر شکوہ آبادی: احوال و آثار'' کے نام تحریر کیا ہے۔ جسے اکتوبر ۲۰۰۹ میں مجلس ترقی ادب اردو نے شائع کیا۔ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں باب اول: سوانح اور باب دوم: شخصیت شامل ہے جبکہ دوسرے حصے میں تین ابواب: تصانیف، تلامذہ اور شاعرانہ مرتبہ کے عنوان سے تین ابواب شامل ہیں۔ کتابیات کے ساتھ آخر میں ضمیمہ بھی دیا گیا۔ منیر شکوہ آبادی کا تعلق تاریخ کے اُس دور سے ہے جن کی خدمات سے چشم پوشی کرنا تاریخی بد دیانتی شمار ہو گی۔ بد قسمتی سے اُس دور کے شعرا اور ادبا پر بہت کم لکھا گیا ہے جو کہ ادبی روایت کے امانت دار ہیں۔ توصیف تبسم کو اس حوالے سے انفرادیت حاصل ہے کہ انھوں نے انیسویں صدی کے ایک باکمال شاعر پر قلم اُٹھایا ہے اور تحقیقی حوالے سے اُن سے پہلے کسی اور محقق نے موصوف پر اس سطح کا کوئی کام نہیں ہوا تھا۔ کتاب کا دیباچہ جو ''پیش گفتار'' کے عنوان سے شامل ہے میں توصیف تبسم لکھتے ہیں:

> بعض اہل نقد و نظر بھی ان کے شاعرانہ رتبہ کا تعین کے سلسلے مین افراط و تفریط کا شکار رہے ہیں۔ زیر نظر مقالہ اس اعتبار سے ایک حقیر کوشش ہے کہ منیر شکوہ آبادی کی شاعری کو ان کے حالات مخصوص عصری تقاضوں اور مسلمہ روایات کے تناظر میں رکھ کر اس کے مرتبے کا تعین کیا جائے۔''(۱۱)

اس کے علاوہ آپ نے ''ترانۂ افواج پاکستان (فضائیہ) کے لیے تحریر کیا جو ہر سال مختلف تقریبات میں پیش کیا جاتا ہے۔ توصیف تبسم کی ادبی اور علمی خدمات کا پوری اردو دنیا اعتراف کرتی ہے۔ اگرچہ انھوں نے ستائش کی تمنّا اور صلے کی پرواسے بے نیاز ہو کر ادب کی آبیاری خونِ دل صرف کر کے کی ہے، لیکن قدرِ زر زر گر شناسی قدرِ جوہر جوہری کے مصداق اربابِ نقد و نظر نے نہ صرف یہ کہ ان کی تحسین کی ہے بلکہ مختلف اعزازات سے بھی نوازا ہے۔ ۱۹۹۵ء کی بہترین شاعری کے لیے منتخب ہونے پر شعری مجموعہ ''کوئی اور ستارہ'' کو ''قومی ادبی ایوارڈ، اکادمی ادبیات پاکستان''

سے نوازا گیا۔ ۲۰۰۸ء میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتاب ''آؤ کھیلیں، آؤ گائیں'' پر نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد کی طرف سے ایوارڈ ملا۔ مشہور نان فکشن تصنیف ''بند گلی میں شام'' پر یو۔بی۔ایل کی طرف سے ایکسی لنسی ایوارڈ دیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ کی خدمات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے ۲۰۰۸ء میں آپ کو قومی سول ایوارڈ سے نوازا۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر طارق ہاشمی، اُردو غزل نئی تشکیل، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ص113

۲۔ طاہر پروازی، ''رائے''مشمولہ ''سہ ماہی کارواں، بہاولپور، جلد:46 شمارہ:4(اکتوبر تا دسمبر، 2018)ص120

۳۔ خورشید رضوی، ''دوست آں باشد۔!''مضمون، مشمولہ، سہ ماہی کارواں، بہاولپور، ص10

۴۔ توصیف تبسم، آسماں تہ آب، منتخب کلیات، فضلی بُک سپر مارکیٹ اسلام آباد، ستمبر ۲۰۱۹، ص۱۸۰

۵۔ تصیف تبسم، کوئی اور ستارہ، ابلاغ، اسلام آباد، اشاعت اول ۱۹۹۵، ص۲۶۵

۶۔ توصیف تبسم، آسماں تہ آب، ص۲۶۴

۷۔ ایضاً، ص۳۴۷

۸۔ ڈاکٹر شیر علی، پاکستانی ادب کے معمار، توصیف تبسم، شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات، پاکستان، ۲۰۲۲، ص۱۶

۹۔ ضمیر بدیونی، توصیف تبسم کا شعری رویہ، مشمولہ "کوئی اور ستارہ"توسیف تبسم، ص۱۳

۱۰۔ ڈاکٹر شیر علی، پاکستانی ادب کے معمار، ص۱۰

۱۱۔ توصیف تبسم، منیر شکوہ آبادی، احوال و آثار، مجلس ترقی ادب لاہور، اشاعت اول، ۲۰۰۹، ص۷